دروس البلاغہ
مقدمہ
فصاحت
فصاحت فی المفرد
فصاحت فی الکلام
فصاحت فی المتکلم
بلاغت
کلام کی بلاغت
متکلم کی بلاغت
علم المعانی
پہلا باب خبر و انشاء کے بیان میں
دوسرا باب ذکر و حذف کے بیان میں
تیسرا باب تقدیم و تاخیر کے بیان میں
چوتھا باب تعریف و تنکیر کے بیان میں
پانچواں باب اطلاق و تقیید کے بیان میں
چھٹا باب قصر کے بیان میں
ساتواں باب وصل و فصل کے بیان میں
آٹھواں باب ایجاز، اطناب، مساوات کے بیان میں
خاتمہ: مقتضائے ظاہر کے خلاف پر کلام کرنے کے بارے میں
علم البیان
تشبیہ
ارکانِ تشبیہ
مشبہ
مشبہ بہ
وجہ شبہ
اداۃ تشبیہ
اقسام تشبیہ
طرفین کے اعتبار سے
مفرد کی مفرد سے تشبیہ
مرکب کی مرکب سے تشبیہ
مفرد کی مرکب سے تشبیہ
مرکب کی مفرد سے تشبیہ
ملفوف
مفروق
تشبیہ التسویہ
تشبیہ الجمع
وجہ شبہ کے اعتبار سے
تمثیل ، غیر تمثیل
مفصّل ، مُجمل
ادات تشبیہ کے اعتبار سے
مؤکّد ، مُرسَل
تشبیہ مؤکد میں سے وہ تشبیہ بھی ہے
جس میں مشبہ بہ کو مشبہ کی طرف مضاف کیا گیا ہو
اغراض تشبیہ
امکانِ مشبہ کا بیان
حالِ مشبہ کا بیان
حالِ مشبہ کی مقدار کا بیان
حالِ مشبہ کو پختہ کرنا
تزیین مشبہ
تقبیح مشبہ
تشبیہ مقلوب
مجاز
کنایہ
کنی عنہ کے اعتبار سے تین اقسام
پہلی
دوسری
تیسری
واسطوں کے اعتبار سے تین اقسام
تلویح
رمز
ایماء
تعریض
استعارہ
مشبہ کی تصریح کے اعتبار سے
مُصرّحہ
مَکنیہ
لفظ مستعار کے غیر مشتق اسم ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے
اصلیہ
تبعیہ
ملائم کے ذکر کے اعتبار سے
مُرشّحہ
مُجرّدہ
مطلقہ
مجازِ مُرسل
سببیت
مسببیت
جزئیت
کلیت
اعتبار ماکان
اعتبار مایکون
محلیت
حالّیت
مَجازمرکب
مجازِ مرکب
استعارہ تمثیلیہ
مَجازعقلی
مبنی للفاعل کی اسناد مفعول کی طرف
مبنی للمفعول کی اسناد فاعل کی طرف
مصدر کی طرف اسناد
زمانے کی طرف اسناد
مکان کی طرف اسناد
سبب کی طرف اسناد
علم البدیع
محسنات معنویہ
محسنات لفظیہ
تشابہ الأطراف
جناس
تصدیر
سجع
ما لا یستحیل بالانعکاس
عکس
تشریع
موازنہ
ائتلاف اللفظ مع اللفظ
خاتمہ
سرقۃ الکلام
اقتباس
تضمین
عقد و حل
تلمیح
حسن الابتداء
حسن التخلص
براعۃ الطلب
حسن الانتہاء
توریہ ، ایہام ، توجیہ ، طباق ،
مقابلہ ، تدبیج ، ادماج ، استتباع ،
مراعاۃ النظیر ، استخدام ، استطراد
، افتنان ، جمع ، تفریق ، تقسیم ،
طی و نشر ، ارسال المثل و الکلام
الجامع ، مبالغہ ، مغایرہ ،
تاکید المدح بما یشبہ الذم ،
تاکید الذم بما یشبہ المدح ، تجرید ،
حسن التعلیل ، ائتلاف اللفظ مع المعنی

کلام
خبر
جس کے قائل کو یہ کہنا درست ہو کہ وہ اس میں سچا ہے یا جھوٹا ہے جیسے سافَرَ مُحَمَّد {محمد نے سفر کیا} عَلِیٌّ مُقِیْم {علی مقیم ہے}
انشاء
جس کے قائل کو یہ یعنی سچا یا جھوٹا کہنا درست نہ ہو جیسے سافِرْ یا مُحَمَّد! اے محمد سفر کر! اِقِمْ یا علی! اے علی مقیم ہو جا!
اس کا نقشہ آگے آئے گا
خبر کا صدق و کذب: صدقِ خبر سے مراد، خبر کا واقع کے مطابق ہونا اور کذبِ خبر سے مراد خبر کا واقع کے مطابق نہ ہونا۔ پس عَلِیٌّ مُقِیْم جملے سے سمجھی جانے والی نسبت اگر خارج کے مطابق ہے تو صدق ورنہ کذب ہے
جملے کے ارکان: ہر جملے کے دو رکن ہیں 1 محکوم علیہ 2 محکوم بہ۔ پہلے کو مسند الیہ کہا جاتا ہے جیسے فاعل، نائب الفاعل اور وہ مبتدا جس کی خبر ہو اور دوسرے کو مسند کہا جاتا ہے جیسے فعل اور وہ مبتدا جو اپنی خبر اکتفاء کرے
باعتبارِ وضع
باعتبارِ القاء
باعتبارِ افادہ
جہاں مُخبِر کا اپنی خبر سے مخاطب کو فائدہ پہنچانے کا قصد ہو تو اُسے چاہیے کہ لغو سے بچنے کیلیے کلام میں سے جس قدر حاجت ہے اُسی پر اختصار کرے۔ پھر اس کی تین صورتیں ہیں
جملہ فعلیہ
مخصوص زمانے میں اختصار کے ساتھ حدوث کا فائدہ دینے کیلیے وضع کیا گیا ہے اور قرینے کی وجہ سے کبھی استمرار تجددی کا فائدہ دیتا ہے جبکہ فعل مضارع ہو جیسے اَوَكُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيلَةٌ بَعَثُوا إِلَيَّ عَرِيفَهُمْ يَتَوَسَّمُ کیا جب بھی عکاظ بازار میں کوئی قبیلہ آئے گا وہ اپنے سردار کو میری طرف بھیجیں گے؟؟ اس حال میں کہ گھور گھور کر دیکھے گا
جملہ اسمیہ
صرف اس لیے وضع کیا گیا کہ مسند الیہ کیلیے مسند ثابت ہے جیسے اَلشَّمْسُ مُضِيْئَةٌ {سورج روشن کرنے والا ہے} اور قرینے کی وجہ سے کبھی استمرار کا فائدہ دیتا ہے جبکہ خبر میں فعل نہ ہو جیسے اَلْعِلْمُ نَافِعٌ {علم نفع مند ہے}
غرضِ اصلی
اَغْراضِ اُخْریٰ
فائدۃ الخبر
مخاطب کو اس حکم کا فائدہ پہنچانا جسے جملہ متضمن ہو جیسے حَضَرَ الْاَمِیْرُ {امیر آگیا}
لازم الفائدہ
یہ فائدہ پہنچانا کہ متکلم بھی اس کو جانتا ہے جیسے اَنْتَ حَضَرْتَ اَمْسِ {تم کل حاضر ہوئے}
ابتدائی
مخاطب خالی الذہن ہو تو تاکید سے خالی خبر دی جائے گی اَخُوْكَ قَادِمٌ {تیرا بھائی آگیا}
طلبی
مخاطب اس خبر کے بارے میں متردد ہو اور معرفت کا طالب ہو تو تاکید لگانا حسن ہے اِنَّ اَخَاكَ قَادِمٌ {بیشک تیرا بھائی آگیا}
انکاری
مخاطب اس خبر کا انکار کرنے والا ہو تو انکار کے درجے کے مطابق ایک، دو، یا اس سے زائد تاکیدیں لگانا واجب ہے اِنَّ اَخَاكَ قَادِمٌ {بیشک تیرا بھائی آگیا} اور اِنَّ اَخَاكَ لَقَادِمٌ {بیشک ضرور تیرا بھائی آگیا} وَاللّٰهِ اِنَّ اَخَاكَ لَقَادِمٌ {اللہ کی قسم: بیشک ضرور تیرا بھائی آگیا}
اِسْتِرْحام
رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ
اے میرے رب جو بھلائی تو نے میری طرف نازل کی میں اُس کا محتاج ہوں
اِظْہارِ ضُعْف
رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ
اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں
اِظْہارِ تَحَسُّر
رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی
اے میرے رب میں نے بیٹی کو جنا
اچھائی کے آنے اور برائی کے جانے پر خوشی کا اظہار
جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
حق آیا اور باطل چلا گیا
اِظْہارِ مسرت
جاننے والے کے سامنے کہنا اَخَذْتُ جَائِزَةَ التَّقَدُّم
میں نے پہلا انعام حاصل کیا
تہدید
پھسلنے والے کیلیے تیرا کہنا
اَلشَّمْسُ طَالِعَةٌ
{سورج نکلا ہوا ہے}

الباب الثانی فی الذکر و الحذف

جب سامع کو حکم کا فائدہ دینے کا ارادہ کیا جائے تو جو لفظ اُس میں کسی معنی پر دلالت کرے اُس کو ذکر کرنا اصل ہے اور جو لفظ کلام سے جان لیا جائے باقی کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے اُس کو حذف کرنا اصل ہے۔ اور جب ان دونوں اصلوں میں ٹکراؤ ہو جائے تو ان میں سے ایک کے تقاضے سے دوسرے کے تقاضے کی طرف نہیں پھرا جائے گا مگر کسی داعی کی وجہ سے

الباب الثالث فی التقدیم و التاخیر

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ کلام کے تمام اجزاء کو یک دم بولنا، ناممکن ہے بلکہ بعض اجزاء کو مقدم اور بعض کو موخر کرنا ضروری ہے اور فی نفسہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے مقدم ہونے کا زیادہ حق دار نہیں ہے، الفاظ ہونے کی حیثیت سے تمام الفاظ کا اعتبار کے درجے میں مشترک ہونے کی وجہ سے، تو اِس کو اُس پر مقدم کرنے کیلیے ایسا داعی ضروری ہے جو تقدیم کو واجب کر دے

دواعی

- **متأخر کی طرف شوق دلانا** جبکہ متقدِم کسی عجیب چیز کا شعور دے جیسے وَالَّذِیْ حَارَتِ الْبَرِیَّۃُ فِیْہِ حَیَوَانٌ مُسْتَحْدَثٌ مِنْ جَمَادٍ وہ جس کے بارے میں مخلوق حیران ہے ایسا جانور ہے جو پتھر سے پیدا ہوا
- **خوشی کی خبر اور غمی کی خبر میں جلدی کرنا** جیسے اَلْعَفْوُ عَنْکَ صَدَرَ بِہِ الْاَمْرُ تجھے معاف کرنے کا حکم صادر ہو گیا۔ یا اَلْقِصَاصُ حَکَمَ بِہِ الْقَاضِیْ قصاص کا حکم دیا ہے قاضی نے
- **متقدِم کا انکار و تعجب کی جگہ ہونا** جیسے اَ بَعْدَ طُوْلِ التَّجْرِبَۃِ تَنْخَدِعُ بِھٰذِہِ الزَّخَارِفِ؟ کیا لمبے تجربے کے بعد تو اِن فریبوں سے دھوکہ کھا گیا؟؟؟
- **ترقی کے راستے چلنا** یعنی پہلے عام لانا پھر اس کے بعد خاص لانا کیونکہ عام کو جب خاص کے بعد ذکر کیا جائے تو اُس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا جیسے ھٰذَا الْکَلَامُ صَحِیْحٌ فَصِیْحٌ بَلِیْغٌ یہ کلام صحیح ہے فصیح ہے بلیغ ہے۔ پس اگر تو کہے فَصِیْحٌ بَلِیْغٌ تو صَحِیْحٌ کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں رہے گی، اور جب تو کہے بَلِیْغٌ تو نہ صَحِیْحٌ کو ذکر کرنے کی حاجت رہے گی نہ ہی فَصِیْحٌ کو
- **ترتیبِ وجودی کی رعایت کرنا** جیسے لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ اُسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند
- **نفی کے عموم پر یا عموم کی نفی پر نص کرنا** پس پہلا ہوتا ہے اداۃِ نفی پر اداۃِ عموم کو مقدم کرنے سے جیسے کُلُّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ کوئی نہیں ہوا یعنی نہ یہ واقع ہوا نہ وہ۔ اور دوسرا ہوتا ہے اداۃِ نفی کو مقدم کرنے سے جیسے لَمْ یَکُنْ کُلُّ ذٰلِکَ سارے نہیں ہوئے یعنی مجموعہ نہیں ہوا تو یہ بعض کے ثبوت کا احتمال رکھتا ہے اور ہر فرد کی نفی کا احتمال بھی رکھتا ہے
- **حکم کو تقویت دینا** جب خبر فعل ہو جیسے اَلْھِلَالُ ظَھَرَ چاند ظاہر ہو گیا۔ اور یہ تقویت تکرارِ اِسناد کی وجہ سے ہے
- **تخصیص** جیسے مَا اَنَا قُلْتُ میں نے نہیں کہا۔ اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں
- **وزن یا سجع کی حفاظت کرنا** پہلا جیسے اِذَا نَطَقَ السَّفِیْہُ فَلَا تُجِبْہُ فَخَیْرٌ مِنْ اِجَابَتِہِ السُّکُوْتُ جب بے وقوف بولے تو تُو اس کو جواب نہ دے کہ اُسکو جواب دینے سے خاموشی بہتر ہے۔ اور دوسرا جیسے خُذُوْہُ فَغُلُّوْہُ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْہُ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَۃٍ ذَرْعُھَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُکُوْہُ اُسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اُسے پرو دو

نوٹ: مصنف نے تقدیم و تاخیر میں سے ہر ایک کے دواعی الگ الگ ذکر نہیں کیے کیونکہ جب جملے کے دو ارکان میں سے ایک مقدم ہو گیا تو دوسرا موخر ہو جائے گا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں

الباب الخامس في الاطلاق و التقييد

جب جملے میں صرف مسند اور مسند الیہ کو ذکر کیا جائے تو حکم **مطلق** ہوتا ہے، اور جب ان دونوں یا ایک سے تعلق رکھنے والی کسی شے کو بھی ذکر کر دیا جائے تو حکم مقید ہوتا ہے۔ **مطلق ہونا** اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ حکم کو کسی بھی طریقے سے مقید کرنا ہمارا مقصد نہیں ہوتا تاکہ سننے والا، اس میں ہر ممکن رستے پر جا سکے۔ **مقید ہونا** اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ حکم کو کسی ایسے مخصوص طریقے سے مقید کرنا ہمارا مقصد ہوتا ہے کہ اگر اسکی رعایت نہ کی گئی تو مطلوبہ فائدہ فوت ہو جائے گا۔ اس اجمال کی تفصیل کیلئے ہم کہتے ہیں کہ **تقیید** مفاعیل اور اس جیسی چیزوں سے، نواسخ سے، شرط سے، نفی سے اور توابع وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے

مفاعیل و نحوها

مفاعیل اور اس جیسی چیزوں کے ذریعے تقیید مندرجہ ذیل کیلئے ہوتی ہے فعل کی نوع بیان کرنے کیلئے، جس پر فعل واقع ہوا یا جس میں فعل واقع ہوا یا جس کی وجہ سے فعل واقع ہوا یا جس کے ساتھ فعل واقع ہوا اسے بیان کرنے کیلئے، مبہم حالت یا مبہم ذات کو بیان کرنے کیلئے، عمل کے عامت ہونے کو بیان کرنے کیلئے۔ **نوٹ:** مذکورہ قیود فائدے کے مقام پر ہوتی ہیں انکے بغیر کلام یا تو جھوٹا ہو جاتا ہے یا غیر مقصود بالذات ہو جاتا ہے جیسے وما خلقنا السموات والارض و ما بينهما لاعبين اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور انکے بیچ والی چیزوں کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا

نواسخ

انکے ذریعے تقیید ان اغراض کیلئے ہوتی ہے جنہیں الفاظ نواسخ کے معانی ادا کرتے ہیں جیسے کان میں استمرار یا زمانے کو بیان کرنا۔ ظلّ بات اصبح امسى اور اضحى میں معین زمانے کے ساتھ خاص کرنا، دام میں معین حالت کے ساتھ خاص کرنا، کاد کرب اور اوشک میں قریب ہونے کو بیان کرنا، وجد الفى درى اور تعلم میں یقین کو بیان کرنا، اسی طرح دوسرے نواسخ بھی ہیں۔ **نوٹ:** نواسخ کی صورت میں جملہ، اسم اور خبر سے یا فقط دو مفعولوں سے منعقد ہوتا ہے۔ پس جب تم کہتے ہو ظننت زيدا قائما تو اس کا معنی ہوتا ہے زید کھڑا ہے گمان کے مطابق

شرط

انکے ذریعے تقیید ان اغراض کیلئے ہوتی ہے جنہیں ادوات شرط کے معانی ادا کرتے ہیں جیسے متى اور ايان میں زمان، اين، انى، حيثما میں مکان، اور كيفما میں حال۔ اس کا پورا بیان اور ادوات شرط کے درمیان فرق کی تحقیق علم نحو میں بیان کی جاتی ہے یہاں صرف **ان، اذا اور لو کے درمیان فرق** بیان کیا جائے گا کیونکہ ان میں ایسی خصوصیات ہیں جنہیں بلاغت کی صورتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ **انْ** اور **اِذا** مستقبل میں شرط کیلئے ہوتے ہیں اور **لو** ماضی میں شرط کیلئے ہوتا ہے۔ لفظ میں اصل یہ ہے کہ وہ معنی کی پیروی کرے پس ان اور اذا کے ساتھ فعل مضارع آتا ہے اور لو کے ساتھ ماضی جیسے وان تستقيموا يعفو عنه كالظل . واذا ترد الى قليل تقنع . ولو شاء لهداكم اجمعين . **ان اور اذا میں یہ فرق ہے** کہ ان کے ساتھ شرط کے وقوع کا یقین نا ہونا اصل ہے اور اذا کے ساتھ شرط کے وقوع کا یقین ہونا اصل ہے اسی لیے اذا کے ساتھ زیادہ تر ماضی استعمال ہوتا ہے گویا کہ شرط بالفعل واقع ہو چکی ہے، ان کے میں ایسا نہیں ہے۔ پس جب تم کہتے ہو: ان ابرأ من مرضي اتصدق بالف دينار اگر میں بیماری سے تندرست ہوا تو ہزار دینار صدقہ کروں گا۔ تو تمہیں تندرست ہونے میں شک ہوتا ہے، اور جب یوں کہتے ہو اذا برئت من مرضي تصدقت جب میں بیماری سے تندرست ہوا تو ہزار دینار صدقہ کروں گا۔ تو تمہیں تندرست ہونے کا یقین ہوتا ہے یا یقین والے کی طرح ہوتے ہو۔ اسی قاعدے کے مطابق **کم واقع ہونے والے احوال کو ان کے تحت اور زیادہ واقع ہونے والے احوال کو اذا کے تحت ذکر کیا جاتا ہے۔** اللہ کا فرمان اسی اعتبار سے ہے: فاذا جاءتهم الحسنة قالوا لنا هذه وان تصبهم سيئة يطيروا بموسى و من معه پھر جب ان کے پاس بھلائی آتی تو کہتے یہ ہمارے لیے ہے اور اگر انکو کوئی برائی پہنچتی تو موسیٰ اور انکے ساتھ والوں کے ساتھ بد شگونی لیتے۔ بھلائی کا آنا پختہ ہے کیونکہ اس سے مراد مطلق بھلائی ہے جو کثیر انواع کو شامل ہے جیسا کہ الف لام جنسی کے ذریعے معرفہ ہونے سے سمجھ آ رہا ہے اسی لیے اسے اذا کے ساتھ ذکر کیا گیا اور ماضی سے تعبیر کیا گیا، اور برائی کا آنا کم ہے کیونکہ اس برائی سے مراد خاص قسم ہے وہ ہے خشک سالی، اسی لیے ان کے ساتھ ذکر کیا گیا اور مضارع سے تعبیر کیا گیا۔ مزید یہ کہ اس آیت میں فرعونیوں کا نعمتوں کا انکار کرنا اور حضرت موسیٰ پر بہت زیادہ بے شرمی ڈالنا واضح ہو رہا ہے۔ اور **لَو** ماضی میں شرط کیلئے ہوتا ہے اسی لیے اس کے بعد فعل ماضی آتا ہے جیسے: ولو علم الله فيهم خيرا لاسمعهم اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی دیکھتا تو ضرور ان کو سنوا دیتا۔ **گذشتہ** تمام بحث سے پتا چلا کہ جملہ شرطیہ میں سے مقصود بالذات جواب ہوتا ہے، پس جب تم کہتے ہو ان اجتهد زيد اكرمته اگر زید نے محنت کی تو میں اسکی عزت کروں گا، تو خبر دے رہے ہوتے ہو کہ تم عنقریب زید کی عزت کرو گے مگر محنت حاصل ہونے کی حالت میں نہ کہ تمام حالتوں میں۔ اسی اصول پر یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جملہ شرطیہ کو خبریہ یا انشائیہ جواب شرط کے اعتبار سے شمار کیا جائے گا

نفی

انکے ذریعے تقیید نسبت کی نفی کیلئے کی جاتی ان مخصوص طریقوں کے مطابق جن کا فائدہ حروف نفی دیتے ہیں۔ حروف نفی 6 ہیں لا، ما، ان، لن، لم، لما۔ پس لا مطلقا نفی کیلئے ہوتا ہے، ما اور ان اگر مضارع پر داخل ہوں تو حال کی نفی کیلئے ہوتے ہیں، لن استقبال کی نفی کیلئے ہوتا ہے، لم اور لما ماضی کی نفی کیلئے ہوتے ہیں مگر یہ کہ لما بولنے کے زمانے تک کو گھیرتا ہے اور اس چیز کے ساتھ خاص ہے جس کے ہونے کی امید ہو۔ اس قاعدے کے مطابق لما يقم زيد ثم قام زيد ابھی تک کھڑا نہیں ہوا پھر کھڑا ہو گیا، کہنا درست نہیں اور لما يجتمع الفيصلان ابھی تک فیصلیں جمع نہیں ہوئیں، کہنا بھی درست نہیں البتہ لم يقم زيد ثم قام زید کھڑا نہیں ہوا پھر کھڑا ہو گیا، کہنا درست ہے اور لم يجتمع الفيصلان فیصلیں جمع نہیں ہوئیں، کہنا بھی درست ہے۔ نیز نفی میں لما اثبات میں قد کے مقابل ہوتا ہے اس وقت اسکی نفی حال کے قریب ہو گی تو یوں کہنا درست نہیں لما يجئ محمد في العام الماضي محمد پچھلے سال ابھی تک نہیں آیا

توابع

انکے ذریعے تقیید ان اغراض کیلئے ہوتی ہے جنکا ان سے قصد کیا جاتا ہے

نعت

- **تمییز کیلئے** (ممتاز کرنے): جیسے حضر علي الكاتب لکھنے والا علی آیا
- **کشف کیلئے** (وضاحت کرنے): جیسے الجسم الطويل العريض العميق يشغل حيزا من الفراغ لمبائی چوڑائی گہرائی والا جسم اپنی میں سے جگہ گھیرتا ہے
- **تاکید کیلئے** (پختہ کرنے): جیسے تلك عشرة كاملة یہ پورے دس ہیں
- **مدح کرنے کیلئے** (تعریف): جیسے حضر خالد الهمام بہادر خالد آیا
- **ذم کرنے کیلئے** (بے عزتی): جیسے وامرأته حمالة الحطب اور اسکی لکڑیاں اٹھانے والی بیوی
- **ترحم کیلئے** (شفقت کے): جیسے ارحم الى خالد المسكين مسکین خالد پر رحم کرو

عطفِ بیان

یہ صرف وضاحت کیلئے ہوتا ہے جیسے اقسم بالله ابو حفص عمر حفص کے باپ عمر نے اللہ کی قسم کھائی یا پھر **وضاحت مع المدح کیلئے** ہوتا ہے جیسے جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس اللہ نے عزت والے گھر کعبہ کو لوگوں کیلئے قیام گاہ بنایا۔ وضاحت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اکٹھے ہونے کے وقت دوسرا پہلے کی وضاحت کرے اگرچہ انفرادی طور پر وہ زیادہ واضح نہ ہو جیسے علي زين العابدين علی یعنی زین العابدین اور العسجد الذهب عسجد یعنی سونا

عطفِ نسق

یہ ان اغراض کیلئے ہوتا ہے جنہیں حروف عطف ادا کرتے ہیں جیسے ف میں ترتیب مع التعقیب اور ثم میں ترتیب مع التراخی

بدل

یہ زیادہ ثابت کرنے اور زیادہ واضح کرنے کیلئے آتا ہے جیسے بدل کل میں قدم اخي علي میرا بھائی علی آیا، اور بدل بعض میں سافر الجند اكثره لشکر یعنی اکثر حصے نے سفر کر لیا، اور بدل اشتمال میں نفعني الاستاذ علمه استاذ یعنی انکے علم نے مجھے نفع دیا

تاکید

اس کا ذکر اس کتاب میں نہیں

الباب السابع فی الفصل و الوصل

ایک جملے کا دوسرے پر عطف کرنا وصل کہلاتا ہے اور عطف کو ترک کر دینا فصل کہلاتا ہے۔ یہاں پر کلام صرف **عطف بالواو** پر ہوگا کیونکہ باقیوں کے ذریعے عطف کرنے میں کوئی اشتباہ واقع نہیں ہوتا۔ وصل اور فصل دونوں کے مقامات ہیں

واو کے ذریعے وصل کے مقامات

دو جگہوں پر وصل واجب ہے

1: جب دو جملے خبر یا انشاء ہونے میں متفق ہوں اور دونوں کے درمیان جہت جامعہ یعنی مناسبت تامہ ہو اور عطف سے کوئی چیز مانع نہ ہو جیسے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہونگے اور گناہگار جہنم میں ہونگے۔ اور جیسے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا پس چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں

2: جب عطف کو ترک کرنے سے خلاف مقصود کا وہم ہو جیسے آپ سے کسی نے سوال کیا کہ هَلْ بَرِئَ عَلِيٌّ مِنَ الْمَرَضِ کیا علی بیماری سے تندرست ہو گیا؟ تو آپ نے جواب میں کہا لَا وَ شَفَاهُ اللّٰهُ نہیں اللہ اسے شفا دے پس واو کو ترک کرنے سے بد دعا کا وہم ہو جاتا تھا حالانکہ آپ کا مقصد دعا کرنا ہے

فصل کے مقامات

پانچ جگہوں پر فصل واجب ہے

1: جب دو جملوں کے درمیان اتحادِ تام ہو۔

- اس طرح کہ دوسرا جملہ پہلے کا بدل ہو جیسے اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ اس نے تمہاری مدد کی اُن چیزوں سے جنہیں تم جانتے ہو اس نے تمہاری مدد چوپائیوں اور بیٹوں سے
- یا اس طرح کہ دوسرا پہلے کا بیان ہو جیسے فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ پس شیطان نے انہیں وسوسہ دلایا بولا اے آدم کیا میں تمہیں ہیشگی کے درخت کی رہنمائی کروں؟
- یا اسطرح کہ دوسرا پہلے کی تاکید ہو جیسے فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا پس کافروں کو مہلت دو انکو خوب مہلت دو

اس جگہ کہا جاتا ہے کہ دو جملوں کے درمیان کمالِ اتصال ہے

2: جب دو جملوں کے درمیان تبایُنِ تام ہو

- اس طرح کہ دونوں جملے خبر اور انشاء ہونے میں مختلف ہوں جیسے وَقَالَ رَائِدُهُمْ اَرْسُوْا نُزَاوِلُهَا فَحَتْفُ كُلِّ امْرِئٍ يَجْرِيْ بِمِقْدَارِ اور انکے سردار نے کہا اس جگہ ٹھہر جاو ہم جنگ کریں گے ہر انسان کی موت وقت پر ہی آتی ہے
- یا اس طرح کہ دونوں جملوں میں معنوی مناسبت نہ ہو جیسے عَلِيٌّ كَاتِبٌ اَلْحَمَامُ طَائِرٌ علی رائٹر ہے، کبوتر پرندہ ہے۔ کیونکہ علی کے رائٹر ہونے میں اور کبوتر کے پرندہ ہونے میں کوئی معنوی مناسبت نہیں

اس جگہ کہا جاتا ہے کہ دو جملوں کے درمیان کمالِ انقطاع ہے

3: جب دوسرا جملہ، پہلے جملے سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہو جیسے تمہارا قول ہے کہ زَعَمَ الْعَوَاذِلُ اَنَّنِيْ فِيْ غَمْرَةٍ صَدَقُوْا وَلٰكِنْ غَمْرَتِيْ لَا تَنْجَلِيْ ملامت کرنے والوں نے گمان کیا کہ میں عشق کی شدت میں ہوں وہ سچے ہیں لیکن میری یہ شدت ختم نہیں ہوگی، گویا کہ سوال کیا گیا کہ وہ اپنے گمان میں سچے ہیں یا جھوٹے ہیں؟ تو جواب دیا کہ وہ سچے ہیں

اس جگہ کہا جاتا ہے کہ دو جملوں کے درمیان شبہِ کمالِ اتصال ہے

4: جب پیچھے دو جملے ہوں ایک پر عطف درست ہو اور دوسرے پر عطف کرنے میں معنی فاسد ہونے کا اندیشہ ہو تو وہم دور کرنے کیلیے عطف کو ترک کر دیا جاتا ہے جیسے وَتَظُنُّ سَلْمٰى اَنَّنِيْ اَبْغِيْ بِهَا بَدَلًا اُرَاهَا فِيْ الضَّلَالِ تَهِيْمُ سلمیٰ گمان کرتی ہے کہ میں بدلہ لینے کیلیے اس سے بغاوت کر رہا ہوں میں گمان کرتا ہوں کہ وہ گمراہی میں بھٹک رہی ہے اُرَاهَا کا عطف تَظُنُّ پر درست ہے کیونکہ مناسبت موجود ہے کہ وہ یہ گمان کرتی ہے اور میں یہ گمان کرتا ہوں مگر اَبْغِيْ بِهَا پر عطف کا بھی وہم ہوتا ہے جو کہ بالکل غلط ہے ورنہ یہ تیسرا جملہ بھی سلمیٰ کا گمان بن جائے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے

اس جگہ کہا جاتا ہے کہ دو جملوں کے درمیان شبہِ کمالِ انقطاع ہے

5: جب کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے دو جملوں کو ایک حکم میں شریک کرنے کا قصد نہ کیا گیا ہو جیسے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اور جب وہ اپنے شیطانوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف مذاق اڑانے والے ہیں اللہ انکو مذاق کی سزا دے گا۔ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ والے جملے کا عطف اِنَّا مَعَكُمْ پر درست نہیں ورنہ یہ بھی کفار کا مقولہ بن جائے گا اسی طرح قَالُوْا والے جملے پر بھی درست نہیں کیونکہ یہ شیطانوں کے ساتھ تنہائی کی حالت سے مقید ہے تو اس کا بھی مقید ہونا لازم آئے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے

اس جگہ کہا جاتا ہے کہ دو جملوں کے درمیان توسط کمالین ہے

الخاتمہ

مقتضائے ظاہر کے خلاف کلام کرنے کے بارے میں

ماقبل بیان کردہ قواعد کے مطابق کلام کرنے کو مقتضائے ظاہر کے مطابق کلام کرنا کہا جاتا ہے، اور کبھی کبھار احوال مقتضائے ظاہر سے عدول کا تقاضہ کرتے ہیں اور **مخصوص انواع** میں، کلام مقتضائے ظاہر کے خلاف کیا جاتا ہے

- **فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر کے جاننے والے کو، علم کے تقاضے پر جاری نہ ہونے کی وجہ سے، نہ جاننے والے کی جگہ رکھنا**، پھر اسکو ایسے خبر دی جاتی ہے جیسے نہ جاننے والے کو دی جاتی ہے۔ جیسے کوئی اپنے باپ کو تکلیف دیتا ہو تو اسے کہا جائے هٰذا أَبُوكَ یہ تیرا باپ ہے
- **غیرِ منکر کو منکر کی جگہ رکھنا** جبکہ اس پر کوئی انکار کی علامت ظاہر ہو رہی ہو پھر اسکیلیے تاکید لگا کر کلام کیا جاتا ہے جیسے جَاءَ شَقِيقٌ عَارِضًا رُمْحَهُ إِنَّ بَنِي عَمِّكَ فِيهِمْ رِمَاحٌ شقیق اپنا نیزہ چوڑائی میں رکھے آیا، بے شک تیرے چچا کے بیٹوں کے پاس نیزے ہیں
- **منکر یا شک والے کو خالیُ الذّہن کی جگہ رکھنا** جبکہ اس کے پاس ایسے شواہد موجود ہوں جن میں غور کر کے اسکا انکار یا شک دور ہو سکتا ہو پھر اسکیلیے تاکید کے بغیر کلام کیا جاتا ہے جیسے کوئی طِب کے فائدے کا منکر ہو یا شک کرنے والا ہو تم اسے یوں کہو الطِّبُّ نَافِعٌ طِب نفع بخش ہے
- **ماضی کو مضارع کی جگہ رکھنا** کسی غرض کیلیے جیسے حصول یقینی ہونے پر تنبیہ کرنا جیسے أَتَى أَمْرُ اللهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ اللہ کا امر آگیا پس تم اس میں جلدی نا کرو۔ یا اچھی فال لینا جیسے إِنْ شَفَاكَ اللهُ الْيَوْمَ تَذْهَبُ مَعِي غَدًا اگر اللہ نے آج آپ کو شفاء دی تو کل آپ میرے ساتھ جائیں گے
- **مضارع کو ماضی کی جگہ رکھنا** کسی غرض کیلیے جیسے پسندیدہ صورت کو خیال میں حاضر کرنا جیسے وَ اللهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا اور اللہ نے ہواؤں کو بھیجا تو وہ بادلوں کو ابھارتی ہیں یعنی ابھارا۔ یا زمانہ ماضی میں استمرار کا فائدہ دینا جیسے لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ اگر وہ کثیر معاملات میں تمہاری اطاعت کریں تو ضرور تم مشقت میں پڑ جاتے یعنی اگر وہ تمہاری اطاعت کرتے رہتے
- **خبر کو انشاء کی جگہ رکھنا** کسی غرض کیلیے (1) جیسے اچھی فال لینا جیسے هَدَاكَ اللهُ لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ اللہ تمہیں اچھے اعمال کی ہدایت دے، اور (2) رغبت کا اظہار کرنا جیسے رَزَقَنِي اللهُ لِقَاءَكَ اللہ مجھے تیری ملاقات عطا فرمائے، اور (3) ادب کے پیش نظر حکم والی صورت سے بچنا جیسے يَنْظُرُ مَوْلَايَ فِي أَمْرِي میرے آقا میرے معاملے میں نظر فرمائیں گے
- **انشاء کو خبر کی جگہ رکھنا** کسی غرض کیلیے (1) جیسے کسی شے کی اہمیت کو ظاہر کرنا جیسے قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ تم فرماؤ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے منہ سیدھے کرو ہر نماز کے وقت۔ نماز کے معاملے کی اہمیت کے پیش نظر إِقَامَةَ وُجُوهِكُمْ نہیں فرمایا۔ اور (2) اگلے کلام کی پچھلے کے ساتھ برابری سے بچنا جیسے قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللهَ وَ اشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ بولے میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم گواہ ہو جاؤ کہ میں اُس سے بری ہوں جو تم شرک کرتے ہو، اللہ اور اُن کی گواہی کی برابری سے بچنے کیلیے وَأُشْهِدُكُمْ نہیں کہا (3) برابری بیان کرنا جیسے أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ تم خوش ہو کر یا تنگ ہو کر خرچ کرو تمہاری طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا
- **اسم ظاہر کی جگہ ضمیر لانا** کسی غرض کیلیے جیسے یہ دعوی کرنا کہ ضمیر کا مرجع دائمی طور پر ذہن میں حاضر ہے جیسے أَبَتِ الْوِصَالَ مَخَافَةَ الرُّقَبَاءِ وَ أَتَتْكَ تَحْتَ مَدَارِعِ الظَّلْمَاءِ اس نے رقیبوں کے خوف سے ملنے سے انکار کر دیا اور اندھیرے کے جبوں کے نیچے تیرے پاس آئی، یہاں فاعل ضمیر ہے جس کا مرجع ماقبل مذکور نہیں ہے پس ظاہر کا تقاضہ تھا کہ اظہار کیا جاتا۔ ضمیر سے بعد والے کو سامع کے ذہن میں بٹھانا تاکہ پہلے اسکی طرف شوق پیدا ہو جائے جیسے هِيَ النَّفْسُ مَا حَمَّلْتَهَا تَتَحَمَّلُ ، هُوَ اللهُ أَحَدٌ. وہ اللہ ایک ہے نِعْمَ تِلْمِيذُ الْمَوْهِبَةِ کیا ہی اچھا طالب علم ہے جو با ادب ہے
- **ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لانا** کسی غرض کیلیے جیسے پیروی کے داعی کو پختہ کرنا جیسے تمہارا اپنے خادم کو کہنا سَيِّدُكَ يَأْمُرُكَ بِكَذَا تمہارا آقا تمہیں یہ حکم دیتا ہے۔
- **التفات**، تکلم، خطاب یا غیبت کی حالت سے کلام کو دوسری حالت کی طرف منتقل کر دینا التفات کہلاتا ہے، پس **تکلم سے خطاب کی طرف نقل** جیسے وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ اور مجھے کیا ہو گیا کہ میں اُس کی عبادت نہیں کرتا جس نے مجھے پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤگے، **تکلم سے غیبت کی طرف نقل** جیسے إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ بے شک ہم نے تم کو کوثر عطاء کی پس تم اپنے رب کیلیے نماز پڑھو، اور **خطاب سے تکلم کی طرف نقل** جیسے أَتَطْلُبُ وَصْلَ رَبَّاتِ الْجَمَالِ وَقَدْ سَقَطَ الْمَشِيبُ عَلَى قَذَالِي کیا تم حسن والیوں کا وصل چاہتے ہو حالانکہ میری گدی پر سفیدی گر چکی ہے
- **جاننے والے کا جاہل بننا**، جو بات معلوم ہو اسے غیر معلوم کی جگہ رکھنا کسی غرض کیلیے جیسے ڈانٹنا جیسے أَيَا شَجَرَ الْخَابُورِ مَالَكَ مُورِقًا كَأَنَّكَ لَمْ تَجْزَعْ عَلَى ابْنِ طَرِيفِ اے خابور کے درخت تمہیں کیا ہوا تم نے پتے نکالے ہوئے ہیں؟؟ گویا تم نے طریف کے بیٹے پر غم نہیں کیا
- **حکیم کا اسلوب**، مخاطب کو وہ دینا جسکا اسے انتظار نہ ہو یا سائل کو وہ دینا جو اس نے نا مانگا ہو اس بات پر تنبیہ کرنے کیلیے کہ اس چیز کا قصد کرنا زیادہ بہتر ہے۔ پس **پہلا یعنی مخاطب کو وہ دینا جس کا انتظار نا ہو** اس طرح ہوتا ہے کہ مخاطب کے کلام کو اسکی مراد کے خلاف پر محمول کر دیا جائے جیسے حجاج نے قبعثری کو کہا لَأَحْمِلَنَّكَ عَلَى الْأَدْهَمِ میں تمہیں بیڑیاں پہناؤں گا، تو قبعثری نے کہا مِثْلُ الْأَمِيرِ يَحْمِلُ عَلَى الْأَدْهَمِ وَ الْأَشْهَبِ بادشاہ کی طرح سیاہ اور چتکبرے گھوڑے پر سوار کرایا جائے گا، تو حجاج نے کہا میں نے حدید یعنی لوہا مراد لیا ہے تو قبعثری نے کہا گھوڑے کا حدید یعنی تیز ہونا سست ہونے سے بہتر ہے۔ حجاج نے ادہم سے بیڑی اور حدید سے لوہا مراد لیا اور قبعثری نے اسے سیاہ گھوڑے پر محمول کیا جو کہ سست نہ ہو۔ اور **دوسرا یعنی سائل کو وہ جواب دینا جو اس کو مطلوب نا ہو** اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوال کو دوسرے سوال کی جگہ اتار لیا جائے جیسے اللہ کا فرمان ہے: يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ وہ آپ سے چاندوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں تم فرماؤ یہ لوگوں اور حج کیلیے اوقات ہیں۔ بعض صحابہ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ چاند کو کیا ہے کہ ابتداء میں باریک ہوتا ہے پھر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ پورا ہو جاتا ہے پھر کم ہوتا رہتا ہے اور پھر ویسا ہو جاتا ہے جیسے شروع ہوا تھا پس جواب میں اس پر مرتب ہونے والی حکمت بتائی گئی کیونکہ یہ سائل کیلیے زیادہ اہم تھی اور اختلاف کے سبب کے بارے میں انکے سوال کو حکمت کے بارے سوال کے مرتبے پر اتار لیا گیا
- **غلبہ دینا**، لفظ کا اطلاق کرنے میں دو چیزوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دینا جیسے (1) مذکر کو مؤنث پر غلبہ دینا جیسے اللہ کا فرمان ہے وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ، اور اسی قاعدے کے مطابق ماں باپ دونوں کیلیے اَبَوانِ استعمال کیا جاتا ہے۔ (2) مذکر اور اخف (زیادہ ہلکے) کو دوسرے پر غلبہ دینا جیسے سورج اور چاند کیلیے قَمَرَيْنِ اور ابو بکر و عمر کیلیے عُمَرَيْنِ (3) مخاطب کو غیر پر غلبہ دینا جیسے لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا اے شعیب! ہم تم کو اور جو تیرے ساتھ ایمان لائے اُن کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم سب ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو غلبے کے اعتبار سے لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا میں داخل کر دیا گیا حالانکہ آپ علیہ السلام اُن کے دین میں کبھی بھی نہ تھے کہ لوٹنے والا معنی پایا جاتا (4) عاقل کو غیر پر غلبہ دینا جیسے اللہ کا فرمان ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام تعریفیں اللہ کیلیے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے

نوٹ: جو ما قبل میں گذرا (یعنی تعریفات وغیرہ) اُس سے پتا چلا کہ مجازِ لغوی لفظ میں ہوتا ہے اور مجازِ عقلی اسناد میں ہوتا ہے

الباب الثامن فی الایجاز و الاطناب و المساواۃ

جو مفہوم دل میں آتا ہے اسے تین طریقوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، ایجاز، اطناب، مساوات

ایجاز

معنی کو ایسی عبارت سے ادا کرنا جسکے الفاظ معنی سے کم ہوں مگر غرض کو پورا ادا کرے جیسے قفا نبک من ذکری حبیب و منزل تم دونوں رکو تا کہ ہم محبوب اور گھر کی یاد میں رو لیں۔ اور جب وہ عبارت غرض کو پورا ادا نہ کرے تو اسے **اخلال** کہا جاتا ہے جیسے: والعیش خیر فی ظلال النوک ممن عاش کدًا بے وقوفی کے سائے میں زندگی اس شخص سے بہتر ہے جو تھکی ہوئی زندگی گزارے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ بے وقوفی کے سائے میں خوشحال زندگی عقل کے سائے والی تنگ زندگی سے بہتر ہے (خوشحال کی قید نا لگانے کی وجہ سے اخلال ہے) **ایجاز کے دواعی:** حفظ کو آسان کرنا، سمجھ کو قریب کرنا، مقام کا تنگ ہونا، بات چھپانا، بات چیت سے اکتانا

اطناب

معنی کو ایسی عبارت سے ادا کرنا جسکے الفاظ معنی سے زیادہ ہوں مگر زیادتی فائدے کے ساتھ ہو جیسے قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا عرض کی اے میرے رب بے شک میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور سر میں بڑھاپا پھیل چکا ہے یعنی میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ پھر اگر اس زیادتی میں فائدہ نہ ہو اور زیادتی متعین بھی نہ ہو تو اسے **تطویل** کہتے ہیں جیسے والفی قولھا کذبا و مینا جذیمہ نے زباء کے قول کو جھوٹا پایا اور اگر زیادتی متعین ہو تو اسے **حشو** کہتے ہیں جیسے واعلم علم الیوم والامس قبلہ میں آج اور پچھلے کل کا علم جانتا ہوں۔ **اطناب کے دواعی:** معنی کو پختہ کرنا، مراد کو واضح کرنا، تاکید لگانا، وہم کو دور کرنا

مساواۃ

معنی کو ایسی عبارت سے ادا کرنا جسکے الفاظ معنی مرادی کے برابر ہوں اس طرح کہ عبارت اُس حد پر ہو جس پر درمیانے لوگوں کا عرف جاری ہو۔ **درمیانے لوگ** وہ ہوتے ہیں جو نہ تو درجہ بلاغت تک پہنچے ہوئے ہوں نا ہی بول نہ سکنے کے درجے تک گرے ہوئے ہوں جیسے واذا رایت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنھم اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے کنارہ کرو

عام کے بعد خاص ذکر کرنا

جیسے اجتھدوا فی دروسکم و اللغۃ العربیۃ اپنے اسباق میں محنت کرو خصوصاً عربی لینگویج میں، اس کا فائدہ خاص کی فضیلت پر تنبیہ کرنا گویا کہ وہ شان بلند ہونے کی وجہ سے ایک دوسری جنس ہے جو عام کل سے جدا ہے

خاص کے بعد عام ذکر کرنا

جیسے رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنات اے میرے رب بخش دے مجھے، میرے والدین کو اور جو ایمان کی حالت میں میرے گھر داخل ہو اور مومن مردوں اور عورتوں کو

ابہام کے بعد وضاحت کرنا

جیسے امدکم بما تعلمون امدکم بانعام و بنین اللہ نے تمہاری مدد فرمائی اُن چیزوں کے ذریعے جنہیں تم جانتے ہو یعنی اس نے چوپایوں اور بیٹوں کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی

توشیع

توشیع یہ ہے کہ کلام کے آخر میں تثنیہ ذکر کیا جائے پھر دونوں کو بیان کرکے اسکی تفسیر کر دی جائے جیسے امسی و اصبح من تذکارکم وصبا یرثی لی المشفقان الاھل والولد میں درد محسوس کرتے ہوئے صبح و شام تمہارا ذکر کرتا ہوں دو شفقت کرنے والے مجھ پر ترس کھاتے ہیں، بیوی اور بچے

کسی غرض کیلئے تکرار

جیسے لمبا فاصلہ ہونا جیسے وان امرأۃ دامت مواثیق عھدہ علی مثل ھذا انہ لکریم اور اگر کوئی مرد جو اس کی طرح ہمیشہ وعدہ نبھاتا رہے تو بے شک وہ کریم ہے۔ اور **معاف کرنے کی زیادہ ترغیب دینا** جیسے وان امرأۃ دامت مواثیق عھدہ علی مثل ھذا انہ لکریم اور اگر کوئی مرد اس کی طرح ہمیشہ وعدہ نبھاتا رہے تو بے شک وہ کریم ہے۔ **معاف کرنے کی زیادہ ترغیب دلانا** جیسے إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں تو ان سے تو تم ان سے ڈرو اور اگر تم معاف کرو، درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ڈرانے کی تاکید لگانا جیسے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے

اعتراض

لفظاً کسی غرض کیلئے ایک جملے کے اجزاء کے درمیان یا معنوی ربط والے دو جملوں کے درمیان آنا جیسے ان الثمانین و بلغتھا قد احوجت سمعی الی ترجمان بے شک اسی سال کی عمر میں اللہ تمہیں اس عمر تک پہنچائے میرے کانوں کو ٹرانسلیٹر کی حاجت ہو گئی ہے۔ اور جیسے وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ وہ اللہ کیلئے بیٹیاں بناتے ہیں جو کہ اس سے پاک ہے اور اپنے جو چاہتے ہیں بناتے ہیں

ایغال

کلام کو اس چیز پر ختم کرنا جو ایسی غرض کا فائدہ دے جس کے بغیر بھی معنی پورا ہو جیسے وان صخرا لتاتم الھداۃ بہ کانہ علم فی راسہ نار بے شک لوگوں کی رہنمائی کرنے والے صخر کی پیروی کرتے ہیں گویا وہ ایسا پہاڑ ہے جس کی چوٹی میں آگ ہے

تذییل

جملے کے بعد ایک دوسرا جملہ لانا جو پہلے کے معنی پر مشتمل ہو اور اسکی تاکید ہے **یا تو دوسرا جملہ ماقبل سے بے نیازی ہونے اور مستقل ہونے کی وجہ سے مثل کے قائم مقام ہوتا** جیسے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا تحقیق حق آیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل نے جانا ہی تھا۔ **یا پھر ماقبل سے بے نیاز نہ ہونے کی وجہ سے مثل کے قائم مقام نہیں ہوتا** جیسے ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ہم نے انکو یہ بدلہ انکی ناشکری کی وجہ سے دیا اور ہم بدلہ نہیں دیتے مگر ناشکرے کو

احتراس

جو کلام مقصود کے خلاف کا وہم دلاتا ہو اس میں ایسی چیز لانا جو اس وہم کو دور کر دے جیسے فسقی دیارک غیر مفسدھا صوب الربیع و دیمۃ تھمی تیرے شہر کو بہار کی موسلادھار بہتی ہوئی بارش سیراب کرے جو فساد برپا کرنے والی نہ ہو

تکمیل

ایسی زیادت لانا جو کلام کے حسن کو زیادہ کرے جیسے ویطعمون الطعام علی حبہ ای مع حبہ اور وہ اُس کی محبت میں کھلاتے ہیں یعنی محبت کے ساتھ، کھانا کھلانا بھی طاعت ہے مگر اللہ کی محبت میں کھلانا زیادہ طاعت ہے

ایجازِ قصر

وہ ایجاز جس میں چھوٹی عبارت زیادہ معانی کو ضمن میں لیے ہوئے ہو۔ یہی بلغاء کی توجہ کا مرکز ہے، اسی سے انکے رتبوں میں فرق آتا ہے جیسے: ولکم فی القصاص حیوۃ اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے

ایجازِ حذف

وہ ایجاز جو ایک کلمہ، جملہ یا اس سے زیادہ کو حذف کرنے کے ذریعے ہوتا ہے جبکہ محذوف کی تعیین پر قرینہ موجود ہو پس **حذف کلمہ کی مثال** جیسے امرؤ القیس کے قول میں لا حذف ہے فقلت یمین اللہ ابرح قاعدا ولو قطعوا راسی لدیک و اوصالی پس میں نے کہا خدا کی قسم میں تیرے پاس بیٹھا رہوں گا اگرچہ وہ میرا سر اور جوڑ کاٹ دیں۔ **حذف جملہ کی مثال** جیسے: وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک اور اگر وہ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو تحقیق تم سے پہلے والے رسولوں کو جھٹلایا گیا، یہ جملہ محذوف ہے فتاس واصبر پس اُن کی پیروی کریں اور صبر کریں۔ **حذف اکثر کی مثال** جیسے: فارسلون یوسف ایھا الصدیق تو مجھے بھجوائے یوسف اے سچے۔ یہاں ایک سے زائد جملے محذوف ہیں اصل یوں ہے فارسلونی الی یوسف لاستعبرہ الرؤیا ففعلوا فاتاہ وقال لہ یا یوسف مجھے تعبیر پوچھنے کیلئے یوسف کے پاس بھیجو تو انہوں نے ایسا کیا وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا اے یوسف

خاتمہ

وہ صورتیں جن میں گذشتہ کیے ہوئے کلام کو بعد میں کیے جانے والے کلام میں داخل کیا جاتا ہے

سَرِقۃ الکلام

اقتباس

اقتباس: یہ ہے کہ کلام، قرآن و حدیث میں سے کچھ حصہ ضمن میں لے اس بات کی وضاحت کیے بغیر کہ وہ قرآن یا حدیث میں سے ہے۔ جیسے لا تکن ظالما ولا ترض بالظلم و انکر بکل ما تستطیع یوم یأتی الحساب بالظلوم ما من حمیم ولا شفیع یطاع ظالم نہ بن نہ ظلم پر راضی رہ، انکار کر جس قدر استطاعت ہے، جس دن ظالموں کا حساب آئے گا تو کوئی دوست نہ ہو گا نہ ہی کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ جیسے لا تعاد الناس فی اوطانھم فلما یراعی غریب الوطن واذا ما شئت عیشا بینھم خالق الناس بخلق حسن لوگوں سے ان کے وطنوں میں دشمنی نہ کرو، پردیسی کی بہت کم رعایت کی جاتی ہے، اور جب تم ان کے درمیان زندگی گذارنا چاہو تو لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ ضمن میں لیے گئے لفظ میں وزن وغیرہ کیلیے ہلکی سی تبدیلی میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے قد کان ما خفت ان یکونا انا الی اللہ راجعونا تحقیق جو ہوا اس ہونے کا مجھے کوئی خوف نہیں تھا، بے شک ہم سب اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں

تضمین

تضمین: اسے ایداع (یعنی امانت رکھنا) کہا جاتا ہے: وہ یہ ہے کہ ایک شعر کسی دوسرے شعر میں سے کچھ حصہ ضمن میں لے، اس پر تنبیہ کرتے ہوئے کہ یہ دوسرے کا شعر ہے اگر وہ دوسرا شعر مشہور نہ ہو جیسے اذا ضاق صدری و خفت العدا تمثلت بیتا بحالی یلیق فباللہ ابلغ ما ارتجی و باللہ ادفع ما لا اطیق جب میرا دل تنگ ہو جائے اور مجھے دشمنوں کا خوف ہو تو میں ایک شعر پڑھتا ہوں جو میرے حال کے مناسب ہے، اللہ ہی کے ذریعے جس کی میں امید کرتا ہوں اس تک پہنچ جاتا ہوں اور اللہ ہی کے ذریعے جس کی میں طاقت نہیں رکھتا اسے دور کر دیتا ہوں۔ **ہلکی سی تبدیلی میں کوئی حرج نہیں** جیسے اقول لمعشر غلطوا و غضوا من الشیخ الرشید و انکروہ ھو ابن جلا و طلاع الثنایا متی یضع العمامۃ تعرفوہ میں نے اس گروہ سے کہا جس نے غلطی کی اور ہدایت یافتہ بزرگ سے نظریں پھیریں اور اس کا انکار کیا، کہ وہ بلند رتبہ سردار اور تجربہ کار ہے، جب وہ عمامہ اتارے گا تم اس کو پہچان لو گے

عَقد و حَل

عقد: نثر کو نظم بنانا اور حل: نظم کو نثر بنانا **پہلے کی مثال** والظلم من شیم النفوس فان تجد ذا عفۃ فلعلۃ لا یظلم ظلم کرنا لوگوں کی عادتوں میں سے ہے اگر تم کسی کو ظلم سے بچنے والا پاؤ تو وہ کسی وجہ سے ظلم نہیں کر رہا ہو گا۔ اس شعر میں کسی دانا کے قول کا عقد (یعنی نثر کو نظم) کیا گیا ہے۔ وہ قول یہ ہے، ظلم کرنا انسان کی طبیعتوں میں سے ہے نفس کو ظلم سے صرف دو وجوہات ہی روکتی ہیں، 1 دینی: انجام کا خوف، 2 دنیوی: دنیاوی سزا کا خوف۔ **دوسرے کی مثال** جیسے کسی کا قول ہے کہ: عیادت کرنا ایک سنت ہے جس پر اجر ملتا ہے، ایک بھلائی ہے جو چلی آ رہی ہے، اس کے باوجود ہم ہی بیمار ہیں اور عیادت بھی ہم ہی کرتے ہیں، اور ہر وہ محبت جو دائمی نہ ہو وہ محبت نہیں ہوتی۔ یہ نثری کلام اس شعر کو حل کر کے بنایا گیا ہے: اذا مرضنا اتیناکم نعودکم و تذنبون فنأتیکم و نعتذر جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو ہم تمہارے پاس تمہاری عیادت کرنے آتے ہیں اور جب تم غلطی کرتے ہو تو بھی ہم تمہارے پاس آ کر تم سے معذرت کرتے ہیں

تلمیح

یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی آیت، حدیث، مشہور شعر، ضرب المثل یا قصے کی طرف اشارہ کرے جیسے لعمرو مع الرمضاء والنار تلتظی ارق و احفی منک فی ساعۃ الکرب خدا کی قسم! وہ عمرو جس کا ذکر گرمی اور بھڑکتی ہوئی آگ کے ساتھ کیا گیا، مصیبت کی گھڑی میں تم سے زیادہ مہربان اور شفیق ہے۔ اس شعر میں ایک مشہور شعر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے المستجیر بعمرو عند کربتہ کالمستجیر من الرمضاء بالنار مصیبت کے وقت عمرو کی پناہ لینے والا ایسا ہے جیسے گرمی کی وجہ سے آگ کی پناہ لینے والا

حُسن الابتداء

متکلم اپنے کلام کے شروع میں میٹھے الفاظ، خوبصورت جملے اور صحیح مطالب لائے پھر اگر وہ مقصود کی طرف ہلکا سا اشارہ کرے تو اسے براعت استہلال کہا جاتا ہے جیسے مرض ختم ہونے کی مبارک باد دیتے کسی نے کہا: المجد عوفی اذ عوفیت و الکرم وزال عنک الی اعدائک السقم بزرگی اور سخاوت تندرست ہو گئے جب آپ تندرست ہوئے اور بیماری آپ سے آپ کے دشمنوں کی طرف چلی گئی۔ محل بنانے پر مبارک دیتے ہوئے کسی دوسرے نے کہا قصر علیہ تحیۃ وسلام خلعت علیہ جمالھا الایام رحمت و سلام ہو محل پر، زمانے نے اپنی خوبصورتی اس کو پہنا دی

حُسن التخلص

جس سے کلام شروع کیا اس سے مقصود کی طرف منتقل ہونا ان کے مابین مناسبت کی رعایت کرتے ہوئے جیسے دعت النوی بفراقھم فتشتتوا وقضی الزمان بینھم فتبددوا دھر ذمیم الحالتین فما بہ شیء سوی جود ابن ارتق یحمد سفر کے ارادے نے ان کو جدائی پر مجبور کیا تو وہ بکھر گئے اور زمانے نے ان کے درمیان فیصلہ کر دیا تو وہ جدا جدا ہو گئے، زمانے کی دونوں حالتیں مذموم ہیں اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کی تعریف کی جائے سوائے ابن ارتق کی سخاوت کے

براعۃ الطلب

مانگنے والا اشارۃً اپنے دل کی بات کہے صراحتاً نہ مانگے جیسے و فی النفس حاجات و فیک فطانۃ سکوتی کلام عندھا و خطاب دل میں بہت ضرورتیں ہیں اور آپ میں ایسی سمجھداری ہے جس کے ہوتے ہوئے خاموشی کلام اور خطاب ہے

حُسن الانتہاء

متکلم اپنے کلام کے آخر میں میٹھے الفاظ، خوبصورت جملے اور صحیح مطالب لائے پھر اگر وہ انتہاء کا شعور دے تو اسے براعت مقطع کہا جاتا ہے جیسے بقیت بقاء الدھر یا کھف اھلہ و ھذا دعاء للبریۃ شامل اے اپنے لوگوں کی پناہ گاہ تم باقی رہو جب تک زمانہ باقی ہے، اور یہ دعا تمام مخلوق کو شامل ہے

نسخ و انتحال

کلام کی چوری کی پہلی قسم یہ ہے کہ نثر لکھنے والا یا شاعر کسی دوسرے شخص کے الفاظ کو تبدیل کیے بغیر اُسکے مضمون کو اپنے کلام میں لائے۔ اس طرح کی چوری کو نسخ و انتحال کہتے ہیں یعنی کسی کا کلام نقل کرنا اور اپنا ہونے کا دعوی کرنا۔ یہ واضح چوری اور بہت زیادہ مذموم ہے جیسے عبد اللہ بن زبیر نے معن بن اوس کے دو شعر لیے اور دعوی کیا کہ یہ اُسکے اپنے ہیں: اذا انت لم تنصف اخاک وجدتہ علی طرف الھجران ان کان یعقل و یرکب حد السیف من ان تضیمہ اذا لم یکن عن شفرۃ السیف مزحل جب تم اپنے بھائی سے انصاف نہیں کرو گے تو اُسے جدائی کے کنارے پر پاؤ گے اگر اُس نے عقل کی اور تمہارے ظلم کی وجہ سے تلوار کی دھار پر سوار ہو گیا تو پھر تلوار کی دھار سے بچنے کا کوئی راستہ ممکن ہو گا۔ **اسی کی قبیل سے یہ بھی ہے کہ الفاظ کو ان کے مترادفات سے بدل دیا جائے** جیسے حطیئہ کا قول دع المکارم لا ترحل لبغیتھا واقعد فانک انت الطاعم الکاسی اس کو تبدیل کر کے یوں کہا جائے ذر المآثر لا تذھب لمطلبھا و اجلس فانک انت الآکل اللابس اچھے اخلاق کو چھوڑ دو ان کی تلاش میں نہ جاؤ اور بیٹھے رہو کیونکہ تم صرف کھانے والے اور پہننے والے ہو۔ **اسی طرح سے بدلنے کے قریب قریب یہ ہے کہ الفاظ کو الٹی ضدوں سے بدل دیا جائے۔** حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول بیض الوجوہ کریمۃ احسابھم شم الانوف من الطراز الاول سفید چہروں والے، سخی خاندانوں والے، اونچی ناک والے پہلے درجے کی شان سے ہیں۔ اس کو تبدیل کر کے یوں کہا جائے سود الوجوہ لئیمۃ احسابھم فطس الانوف من الطراز الآخر سیاہ چہروں والے، کمینے خاندانوں والے، چپٹی ناک والے آخری درجے کی شان سے ہیں

اِغارہ و مسخ

کلام کی چوری کی دوسری قسم یہ ہے کہ نثر لکھنے والا یا شاعر کسی دوسرے شخص کے مضمون کو الفاظ کو تبدیل کر کے اپنے کلام میں لائے اور دوسرا کلام پہلے سے درجے میں کم ہو یا برابر ہو۔ جیسے ابو تمام کا شعر ہیہات لا یأتی الزمان بمثلہ ان الزمان بمثلہ لبخیل ہائے افسوس! زمانہ اس کی مثل نہیں لائے گا، بے شک زمانہ اس کی مثل لانے میں بخیل ہے۔ اسی مضمون میں ابو طیب نے کہا: اعدی الزمان سخاؤہ فسخا بہ ولقد یکون بہ الزمان بخیلا اُس کی سخاوت زمانے میں سرایت کر گئی پھر زمانے نے اُس کے ذریعے سخاوت کی، تحقیق زمانہ اُس کو لانے میں بخیل ہو گا۔ اس شعر کا دوسرا مصرعہ ابو تمام کے شعر کے دوسرے مصرعے سے لیا گیا ہے، ابو تمام کا قول زیادہ عمدہ ڈھلا ہوا ہے۔ اس کی مثل کو اغارہ اور مسخ کہا جاتا ہے

اِلمام و سلخ

کلام کی چوری کی تیسری قسم یہ ہے کہ نثر لکھنے والا یا شاعر کسی دوسرے شخص کے صرف مضمون کو اپنے کلام میں لائے اور دوسرا کلام پہلے سے درجے میں کم ہو یا برابر ہو۔ جیسے کسی نے اپنے بیٹے کا مرثیہ کہا: الصبر یحمد فی المواطن کلھا الا علیک فانہ لا یحمد صبر کی ہر جگہ تعریف کی جائے گی سوائے تم پر کیونکہ تم پر صبر کی تعریف نہیں کی جائے گی۔ اسی مضمون میں ابو تمام نے کہا: وقد کان یدعی لابس الصبر حازما فاصبح یدعی حازما حین یجزع اور صبر کرنے والے کو دور اندیش کہا جاتا تھا، اب دور اندیش اُس وقت کہا جاتا جب وہ بے صبری کرے۔ اس کو المام اور سلخ کہا جاتا ہے

الباب السادس
قصر ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ مخصوص طریقے سے خاص کرنا قصر کہلاتا ہے
طریقے قصر کے چند طریقے ہیں
اقسام
1: نفی اور استثناء
جیسے اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ یہ تو نہیں مگر ایک معزز فرشتہ۔
2: اِنَّمَا جیسے اِنَّمَا القائم علی کھڑے ہونے والا صرف علی ہے۔
3: لا ، بَلْ یا لٰکِنْ کے ذریعے عطف جیسے
انا ناثر لا ناظم میں نثر کہنے والا ہوں نہ کہ نظم کہنے والا، اورما انا حاسب بل کاتب میں آؤٹ کرنے والا نہیں بلکہ لکھنے والا ہوں۔
4: جس کا حق تاخیر تھا اسے مقدم کرنا
جیسے ایاک نعبد ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں
حقیقی وہ قصر جس میں ایک چیز کا دوسری سے اختصاص حقیقت اور واقع کے اعتبار سے ہو نہ کہ دوسری شے کی طرف اضافت کے اعتبار سے جیسے لا کاتب فی المدینۃ الا علی شہر میں علی کے سوا کوئی کاتب نہیں، یہ اسوقت بولا جائے گا جب واقعی اس کے علاوہ کوئی بھی کاتب نہ ہو
اضافی وہ قصر جس میں ایک چیز کا دوسری سے اختصاص معین شے کی طرف اضافت کے اعتبار سے ہو جیسے ما علی الا قائم علی صرف کھڑا ہے۔ یعنی علی سے بیٹھنے کی نفی کرنا مقصود ہے قیام کے علاوہ تمام صفات کی نفی مقصود نہیں
قصر الصفۃ علی الموصوف
وہ قصر جس میں حکم لگایا جائے کہ یہ صفت اس موصوف کے علاوہ کسی بھی دوسرے موصوف میں نہیں پائی جاتی جیسے لا فارس الا علی صرف علی گھڑسوار ہے
قصر الموصوف علی الصفۃ
وہ قصر جس میں حکم لگایا جائے کہ اس موصوف میں کوئی بھی دوسری صفت نہیں پائی جاتی
قصر الصفۃ علی الموصوف
وہ قصر جس میں حکم لگایا جائے کہ یہ صفت اس موصوف کے علاوہ فلاں معین موصوف میں نہیں پائی جاتی
قصر الموصوف علی الصفۃ
وہ قصر جس میں حکم لگایا جائے کہ اس موصوف میں فلاں معین صفت نہیں پائی جاتی جیسے وما محمد الا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہیں۔ یعنی آپ ہمیشہ دنیا میں رہنے والے نہیں ہیں لہذا انکو موت آسکتی ہے
قصرِ إفراد
جب مخاطب گمان کرے یہ صفت دو موصوفوں میں پائی جاتی ہے جیسے کوئی گمان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی بھی معاذ اللہ نبی ہے تو اسے کہا جائے گا لا نبی الا محمد صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں
قصرِ قلب
جب مخاطب الٹ گمان کرے جیسے مخاطب کا گمان ہو کہ گھڑسوار حسن ہے علی نہیں تو اسے کہا جائے لا فارس الا علی گھڑسوار صرف علی ہے، اور جیسے مخاطب کا گمان ہو کہ نبیوں کے بعد افضل الخلق ہونے کی صفت حضرت علی میں ہے تو اسے کہا جائے لیس بافضل الخلق بعد الانبیاء بالتحقیق الا ابا بکر الصدیق تحقیق سے ثابت ہے کہ انبیاء کے بعد تمام مخلوق سے افضل صرف ابو بکر صدیق ہیں
قصرِ تعیین
جب مخاطب کسی ایک غیر معین کا یقین رکھے جیسے مخاطب گمان کرے کہ جو شخص کھڑا ہے وہ علی ہے یا حسن، تو اسے کہا جائے ما قائم الا علی صرف علی کھڑا ہے
قصرِ إفراد
جب مخاطب گمان کرے کہ اس موصوف میں دو صفتیں پائی جاتی ہیں۔ وما محمد الا رسول اسی کی مثال ہے، صحابہ نے گمان کیا کہ آپ میں رسالت کے ساتھ موت سے بری ہونا بھی آپ کی صفت ہے تو اللہ نے فرمایا کہ محمد صرف اللہ کے رسول ہیں موت سے بری نہیں
قصرِ قلب
جب مخاطب الٹ گمان کرے جیسے مخاطب کا گمان ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں تو اسے کہا جائے کہ حضرت عیسی علیہ السلام صرف اللہ کے بندے ہیں
قصرِ تعیین
جب مخاطب کسی ایک غیر معین کا یقین رکھے جیسے مخاطب گمان کرے کہ علی کھڑا ہے یا بیٹھا ہوا ہے، تو اسے کہا جائے ما علی الا قائم علی صرف کھڑا ہے

کنایہ

کنایہ وہ لفظ ہے جس سے اسکے معنی کے لازم کو مراد لیا گیا ہو اس {اصلی} معنی کو مراد لینے کے جواز کے ساتھ۔ جیسے طَوِیْلُ النِّجَادِ لمبے پرتلے والا یعنی لمبے قد والا

مکنی عنہ کے اعتبار سے تین اقسام

پہلی

وہ کنایہ جس میں مکنی عنہ صفت ہو جیسے خنساء کا قول: طَوِیْلُ النِّجَادِ رَفِیْعُ الْعِمَادِ کَثِیْرُ الرَّمَادِ اِذَا مَا شَتَا وہ لمبے پرتلے والا، اونچے ستونوں والا اور زیادہ راکھ والا ہے جب سردی آئے۔ تمہاری مراد لمبے قد والا، سردار اور سخی ہو

دوسری

وہ کنایہ جس میں مکنی عنہ نسبت ہو جیسے اَلْمَجْدُ بَیْنَ ثَوْبَیْہِ وَالْکَرَمُ تَحْتَ رِدَائِہٖ بزرگی اس کے دو کپڑوں کے درمیان ہے اور سخاوت اُس چادر کے نیچے ہے۔ تمہاری مراد اُسکی طرف بزرگی اور سخاوت کی نسبت کرنا ہے

تیسری

وہ کنایہ جس میں مکنی عنہ نہ صفت ہو نہ نسبت {بلکہ موصوف ہو} جیسے شاعر کا قول: اَلضَّارِبِیْنَ بِکُلِّ اَبْیَضَ مُخْذَمٍ وَالطَّاعِنِیْنَ مَجَامِعَ الْاَضْغَانِ میں تعریف کرتا ہوں، چمکدار کاٹنے والی تلواروں سے مارنے والوں کی اور کینے جمع ہونے کی جگہوں میں نیزے مارنے والوں کی

واسطوں کے اعتبار سے تین اقسام

تلویح

کنایہ میں اگر کثیر واسطے ہوں تو اسے تلویح کہا جاتا ہے جیسے ھُوَ کَثِیْرُ الرَّمَادِ وہ زیادہ راکھ والا ہے یعنی سخی ہے۔ کیونکہ راکھ کی کثرت، جلانے کی کثرت کو مستلزم ہے اور جلانے کی کثرت، پکانے اور روٹی کی کثرت کو مستلزم ہے اور اِن کی کثرت کھانے والوں کی کثرت کو مستلزم ہے اور کھانے والوں کی کثرت، مہمان نوازی کی کثرت کو مستلزم ہے اور مہمان نوازی کی کثرت سخاوت کو مستلزم ہے

رمز

کنایہ میں اگر واسطے قلیل اور پوشیدہ ہوں تو اسے رمز کہا جاتا ہے جیسے ھُوَ سَمِیْنٌ رِخْوٌ وہ موٹا اور نرم ہے یعنی کم سمجھ، کند ذہن ہے

ایماء

کنایہ میں اگر واسطے قلیل ہوں یا نہ ہوں اور واضح ہوں تو اسے ایماء اور اشارہ کہا جاتا ہے جیسے اَوَ مَا رَاَیْتَ الْمَجْدَ اَلْقٰی رَحْلَہٗ فِیْ آلِ طَلْحَۃَ ثُمَّ لَمْ یَتَحَوَّلِ کیا تم نہ دیکھا کہ بزرگی نے آلِ طلحہ میں پڑاو ڈالا پھر وہاں سے نہ لوٹی

تعریض

کنایہ کی ایک اور قسم ہے جس کو سمجھنے میں سیاق پر اعتماد کیا جاتا ہے اسے تعریض کہا جاتا ہے {کلام کو عُرض یعنی کنارے کی طرف جھکانا} جیسے تیرا قول ایسے شخص کیلیے جو لوگوں کو ضرر دیتا ہو: خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع دے